فکر اسلامی کے تشکیلی خدوخال اور عصری تحدیات

The Formative Feature of Islamic Thought and contemporary challenges

JABEEN AMIN

Ph.D Scholar , Islamic Studies

Khawaja Fareed UEIT Rahim Yar Khan

Email: aqadeer.110@gmail.com

To cite this article

Jabeen Amin , Vol.5 Issue.1 , Jan– June (2024) Urdu

فکر اسلامی کے تشکیلی خدوخال اور عصری تحدیات

Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2), 129 – 142. Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

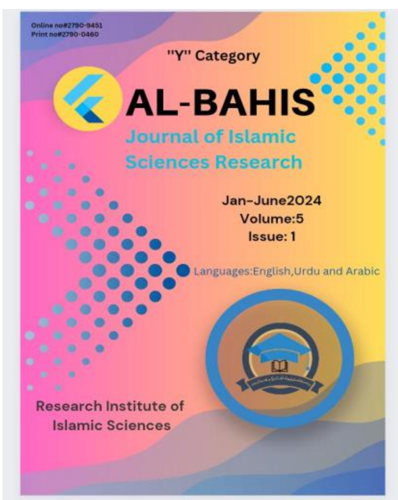

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

فکر اسلامی کے تشکیلی خدوخال اور عصری تحدیات

The Formative Feature of Islamic Thought and contemporary challenges

Abstracts

Islamic thought is a comprehensive intellectual and philosophical system based on the concept of Tawhid. This system is rooted in the Quran, Hadith, Sunnah, and Islamic philosophy, and it provides guidance in various fields such as knowledge, devotion, worship, ethics, politics, economy, and society. Prophethood holds a significant place in Islamic thought, where Allah's messengers provide guidance to humanity. Sharia, based on the Quran and Hadith, directs individuals towards the pleasure of Allah.Ethical principles like justice, honesty, trustworthiness, and love are of great importance in Islamic thought. This system also offers a comprehensive social, political, and financial framework based on principles of justice, peace, trust, and equality. Knowledge and philosophy hold a prominent position in Islamic thought, and the relationship between religion and the world is understood through the theories of Islamic schools of thought .The aim of Islamic thought is to provide guidance for solving major human issues and to show the path to success in both this world and the hereafter.

Keywords: philosophical system, concept of Tawhid, individuals, trustworthiness, comprehensive, success, hereafter

تعارف:

فکر اسلامی کے تشکیلی خدوخال اور عصری تحدیات بہت اہمیت کا حامل موضوع ہے۔ اسلامی فکر کی تشکیل اور ارتقاء ایک تاریخی عمل ہے جو صدیوں پر محیط ہے۔ اس میں مختلف ادوار، مکاتب فکر، اور مفکرین کا اہم کردار رہا ہے۔ موجودہ دور میں، جدید چیلنجز اور مسائل کا سامنا کرتے ہوئے اسلامی فکر کو دوبارہ ترتیب دینے اور نئے سوالات کے جوابات فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلامی فکر کی تاریخ اور ارتقاء کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی فکر کے تاریخی پس منظر، مختلف مکاتب فکر اور مفکرین کے کردار کو تفصیل سے سمجھا جائے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی فکر کیسے تشکیل پائی اور اس میں کیا کیا تبدیلیاں آئیں۔ عصری تحدیات سے مراد ہے کہ عصر حاضر کے مسائل اور چیلنجز کو سمجھا جائے۔ ان میں سائنسی ترقی، جدید ٹیکنالوجی، سماجی اور سیاسی تبدیلیاں شامل ہیں۔ یہ چیلنجز اسلامی فکر کو کیسے متاثر کرتے ہیں اور ان کا جواب کیسے دیا جا سکتا ہے۔ روایت اور جدیدیت کے درمیان تصادم کو کیسے حل کیا جائے۔ یہ تحقیق اس بات پر توجہ دیتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کیسے ڈھالا جا سکتا ہے بغیر اس کی بنیادی اصولوں کو چھوڑے۔ قرآن پاک میں بھی تدبر اور غور و فکر کی طرف راغب کیا گیا ہے۔ کائنات کی ہر شے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بڑائی کا مبین اور واضح ثبوت ہے۔

فکر کی معنوی تعریف:

''علوم امور کوایسے ترتیب دینا کہ اُن سے نامعلوم چیز معلوم ہو جائے یاان امور کے بارے میں تدبر و تفکّر کرنا''[1]

امام راغب اصفہانی کے مطابق، ''الفکرہ؛وہ قوت ہے جو علم کو معلوم کی طرف لے جاتی ہے،اور تفکر کا مطلب ہے کہ اس قوت کو نظر و عقل کے مطابق حرکت دی جائے''[2]فکر اپنی بنیادی تعریف کے لحاظ سے انسانی غور و فکر کا نام ہے جو کسی مخصوص موضوع اور مرجع کے نتیجے کی بنیاد پر تشکیل پاتی ہے۔اسلام غور و فکر کی ترغیب دیتا ہے، لیکن ساتھ ہی عقل کو کلام الٰہی کے ماتحت رکھنے کی ہدایت بھی کرتا ہے۔اس پابندی کے نتیجے میں جو سوچ اور فکر تشکیل پاتی ہے، دینِ اسلام کے نزدیک وہی اصل اور حقیقی سوچ ہے۔انسان یا جماعت، چاہے وہ علم و فنون میں کتنی ہی ترقی کر لے یا عقلی ترقیات کی انتہاؤں پر کیوں نہ پہنچ جائے، اگر وہ الٰہی احکامات کی پیروی نہ کرے اور ایمان کی طاقت نہ رکھتی ہو، تو وہ کبھی اپنی نفسانی خواہشات کے چنگل سے آزاد نہیں ہو سکتی۔اسلامی فکر کی بنیاد اس وقت رکھی گئی جب رب العرش نے خاتم النبیین کو قرآن کے ذریعے مبعوث فرمایا۔قرآن اور اسلام کی تعلیمات نے مسلمانوں میں فکری بیداری پیدا کی۔رسول عربی ﷺ نے مختصر عرصے میں انسانی فکر اور عمل میں زبردست انقلاب برپا کر دیا۔

فکر اسلامی کی ضرورت واہمیت:

اقوامِ عالم اور عالمی تہذیبوں کی منفرد شناخت میں فکر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔کسی بھی قوم کی عادات، عبادات، لباس، معیشت اور سیاست میں اگر غور کیا جائے تو ہر شعبے میں اس کی بنیادی فکر کی عکاسی ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ امتِ مسلمہ کی پہچان بھی اس کی فکر سے منسلک ہے۔انسان کائنات کی دیگر مخلوقات سے اس لیے افضل ہے کہ وہ فکر کی صلاحیت سے محروم نہیں رکھا گیا۔انسان مسلسل تبدیلی کی حالت میں رہتا ہے،اور تغیر اس کی فطرت کا حصہ ہے۔یہی ذات کبھی احسن التقویم کی بلندیوں کو چھوتی ہے اور کبھی اسفل السافلین کی پستیوں میں سسکتی ہے۔ان دونوں انتہاؤں کے درمیان کا فاصلہ فکر کے ذریعے طے کیا جاتا ہے۔ مذاہب کی فکر کے حوالے سے ایک بنیادی نکتہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔تمام مذاہب کے دو بنیادی ادوار ہوتے ہیں: پہلا بانیِ مذہب کا دور، جسے تاسیسی دور بھی کہا جا سکتا ہے،اور دوسرا تشریحی دور۔بانیِ مذہب کے دور میں وہ اپنا پیغام پہنچاتے ہیں اور پھر تشریحی دور میں پیروکار بانیِ مذہب کے پیغام کی تشریحات کرتے ہیں۔یہ دور پیچیدہ اور نازک ہوتا ہے، جس میں مختلف تشریحات اور تاویلیں سامنے آتی ہیں،اور یوں ایک ہی مذہب میں مختلف فکر کے مدارس بنتے ہیں۔جیسے جیسے یہ مذہبی جماعت مختلف تاریخی ادوار سے گزرتی ہے، تشریحات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے،اور ہر دور اپنے زمانے کے تقاضوں کی عکاسی کرتا ہے۔کوئی بھی مذہب اس عمل سے محفوظ نہیں رہ سکا، خواہ وہ ابراہیمی ہو یا غیر ابراہیمی۔اسلام، جو ابراہیمی مذاہب کا آخری مذہب ہے، میں بھی یہ تاریخی عمل کارفرما ہے۔فکر اسلامی کی تحقیق کا مقصد یہ بھی ہے کہ مستقبل میں اسلامی فکر کو کیسے آگے بڑھایا جائے۔اس میں نئے اجتہادی مسائل، فکر اسلامی کی تجدید،اور عالم اسلام کے مسائل کا حل شامل ہیں۔اس موضوع پر تحقیق کرنے سے نہ صرف اسلامی فکر کی گہرائی میں سمجھ بوجھ حاصل ہوتی ہے بلکہ موجودہ دور کے چیلنجز کے ساتھ اس کا تعلق بھی واضح ہوتا ہے۔اس سے علماء، مفکرین،اور طلباء کو رہنمائی ملتی ہے کہ وہ اسلامی فکر کو کس طرح سے عصری دور کے تقاضوں کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔

---

[1]. محمد عمیم الاحسان البرکتی، التعریف الفقھیۃ،(دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1424) ج.1 , ص 167
Muhammad Umayim al-Ahsan al-Barkiti, al-Tareef al-Fiqhiyyah, (Dar al-Kitab al-Ulamiyyah, Beirut, 1424) Vol. 1 , P 167

[2]. اصفھانی، ابوالقاسم الحسین بن محمد امام راغب المفردات فی غریب القرآن،(دار القلم: بیروت 1416)، ج 2 , ص643
Isfahani, Abu al-Qasim al-Husayn ibn Muhammad, Imam Raghib al-Mufardat fi Gharib al-Qur'an, (Dar al-Qalam: Beirut 1416), Vol. 2, P 643

فکرِ اسلامی کی تشکیل:

اسلامی فکر کی تشکیل جن اہم اجزاء پر مشتمل ہوتی ہے ان میں حالات کا جائزہ، نصوص کی تفہیم، اور ان کی تطبیق و نفاذ شامل ہیں۔ فکرِ اسلامی کی تشکیل کا عمل وحیِ رسالت کی ساتویں صدی سے لے کر موجودہ دور تک جاری ہے، اور یہ ایک طویل اور پیچیدہ سفر ہے۔ پچھلے چودہ سو سالوں میں اسلامی فکر نے مختلف اور متنوع ادوار اور مراحل کا سامنا کیا ہے۔ اس مقالے میں ان ادوار اور مراحل کا سرسری جائزہ لیا جائے اور اس کے ارتقائی مراحل پر روشنی ڈالی جائے۔ فکرِ اسلامی کی تشکیل کا عمل وحیِ رسالت کی ساتویں صدی سے لے کر موجودہ دور تک جاری ہے، اور یہ ایک طویل اور پیچیدہ سفر ہے۔ پچھلے چودہ سو سالوں میں اسلامی فکر نے مختلف اور متنوع ادوار اور مراحل کا سامنا کیا ہے۔

فکرِ اسلامی کی تشکیل اور ارتقاء کو تاریخی طور پر چھے ادوار میں منقسم کرتے ہیں۔ دور اول وحی کا دور ہے، ''جو رسالت 610 میں رسول اللہ ﷺ کی معبوثیت سے شروع ہو کر 632 میں آپ ﷺ کی وفات پر ختم ہوتا ہے۔ اس دور کو پیریڈ آف انسپائریشن بھی کہا جا سکتا ہے۔''[3] پہلا دور ہمیشہ ایک انقلابی ہوتا ہے جس میں بانیِ مذہب کے اصولوں اور تعلیمات کی روشنی میں اُس دور کے معاشی، اقتصادی، اور سماجی نظام کی ناانصافیوں اور اخلاقی و روحانی پستیوں کے خلاف ایک نیا نظام، نیا معاشرہ، اور نئی اخلاقی و روحانی اقدار قائم کی جاتی ہیں۔ اس مذہب یا روحانی انقلاب کو قبول کرنے والی پہلی جماعت اپنی تمام تر قوتیں انقلاب کو عملی شکل دینے پر مرکوز رکھتی ہے۔

اسلام کے پہلے 23 سالہ دور میں بھی یہی ہوا۔ پیغامِ رسالت کو قبول کرنے والی پہلی جماعت نے بانیِ مذہب کی قیادت میں بغیر کسی سوال کے انقلاب کی راہ اپنائی۔ ان کے سامنے نہ تو عقائد کی پیچیدگیاں تھیں، نہ آیات کی تشریحات اور نہ ہی جبر و اختیار کے مسائل۔ ان کے سامنے ایک طرف اخلاقی، مذہبی، روحانی اور معاشرتی خرابیاں تھیں، اور دوسری طرف قرآن مجید اور اسوۂ رسول کا دیا ہوا ایک نیا مساوات پر مبنی نظام تھا جسے نافذ کرنا تھا۔ یہ دور اسلام کے بنیادی اصولوں کے تعارف، اور ان پر ایمان کے ساتھ عمل کرنے اور انقلاب کو کامیاب بنانے کا تھا۔ دوسرا دور خلفائے راشدین کا ہے جو 632 سے شروع ہو کر 661 پر منحصر ہے۔ اس دور کو جمع، تلاش، اور انطباق کا دور کہا جا سکتا ہے۔ اس 29 سالہ دور میں مسلمانوں نے ایران اور روم جیسی عظیم سلطنتوں کو فتح کیا تھا۔ اب اسلام صرف جزیرہ نما عرب تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کا پرچم ایران، روم، مصر، شام، فلسطین، اور ارد گرد کے علاقوں میں بھی لہرا رہا تھا۔ عرب، جو پہلے آپس کی قبائلی جنگوں میں الجھے ہوئے تھے، اسلام کی بدولت اُس وقت کی مہذب و متمدن دنیا کے بڑے حصے کے حکمران بن چکے تھے۔ اس وقت کی متمدن قوموں کے تنظیمی مسائل نئی اسلامی حکومت کے لیے بڑا چیلنج تھے کیونکہ عربوں کو اس کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ اس نئی صورتحال میں سب سے پہلے قرآن مجید اور سنت رسول سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ جب کوئی انتظامی یا قانونی مشکل سامنے آتی تو صحابہ سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے، اور اگر قرآن میں کوئی حل مل جاتا تو اس کے مطابق مسئلہ حل کر دیتے۔ قرآن میں صریح حکم نہ ملتا تو سنت و حدیث میں تلاش کی جاتی۔ اگر وہاں سے بھی رہنمائی مل جاتی تو مسئلہ حل ہو جاتا۔ تاہم، بہت سے نئے مسائل کے حل کے لیے، جو اتنی وسیع حکومت اور مختلف النوع لوگوں میں اُٹھتے تھے، اگر قرآن و سنت سے کوئی رہنمائی نہ ملتی تو صحابہ اپنے اجتہاد، عقل، اور رائے سے کام لیتے۔ خلفائے راشدین نے ان اصولوں کو اختیار کیا اور بعد میں فقہ کی باقاعدہ تدوین میں یہ

---

3. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مختلف مسائل میں صحابہ کرام اور خصوصاً حضرت عمر کے اجتہادات کے لیے دیکھیے رسالہ در مذہب فاروق اعظم، مترجم ابو یحییٰ امام خان نو شہروی، فقہ عمر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔ 1902

Shah Waliullah Muhaddith Dehlavi, For the ijtihads of the Companions and especially Hazrat Umar in various issues, see, Risalah Dar Dharmoon Farrooq Azam, translated by Abu Yahya .Imam Khan Noo Shahravi, Fiqh Umar, Institute of Islamic Culture, Lahore, 1902

قوانین شریعت اسلامیہ کا حصہ بن گئے، جیسے عادات وعرف وغیرہ۔ ہر دور کا ارتقاء اس کی ضروریات کے مطابق ہوتا ہے، لہٰذا دوسرے دور میں مذہبی اصولوں کی تعلیم اور انتظامی قوانین واحکام کو جمع کرنا اور ان کا عملی اطلاق ضروری تھا۔

تاہم، اس دور میں زیادہ تر توجہ فتوحات اور ان سے پیدا ہونے والے انتظامی مسائل پر مرکوز رہی۔ خالص الہیاتی، مابعد الطبیعاتی یا عقائد کی تشریحات سے متعلق مسائل اس دور میں نمایاں طور پر نہیں ابھرے اور ان کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی۔ البتہ، قرآن کی تفسیر کا آغاز اس دور میں ابتدائی مرحلے میں ہو گیا تھا، مگر یہ زیادہ تر آیاتِ احکام تک محدود رہا، جو انتظامی، معاملاتی اور اخلاقی مسائل سے متعلق تھیں۔ مجموعی طور پر، یہ دور فکرِ اسلامی کے ارتقاء کی تاریخ میں جمع و انطباق کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ تاہم، اس دور میں صحابہ کرام کا اجتہاد بھی شامل ہے، جو انہوں نے جرات اور دینی و دنیوی بصیرت کے ساتھ کیا۔ بعد میں جب فقہ کی تدوین ہوئی، تو آئمہ فقہ نے ان اجتہادات کو ماخذ شریعت کے طور پر شامل کیا۔

تیسرا دور، جو خلافت راشدہ کے خاتمے سے شروع ہو کر سلجوقی حکومت کے برسر اقتدار آنے تک جاری رہا، اسلامی تاریخ کا ایک اہم اور تبدیلیوں سے بھرپور دور تھا۔ خلافت راشدہ 661 عیسوی میں ختم ہوئی اور سلجوقی حکومت 447 ہجری میں قائم ہوئی۔ اس تقریباً چار سو سال کے طویل عرصے میں اسلامی فکر نے مختلف مراحل طے کیے اور مختلف علمی شعبوں میں نمایاں ترقی حاصل کی۔ تدوینِ حدیث، تفسیرِ قرآن، فقہ اور اصولِ فقہ، علمِ کلام، تصوف، فلسفہ ادبیات، تاریخ نگاری، علمِ رجال۔ یہ طویل دور اسلامی علوم کے ارتقاء کا دور تھا جس میں مختلف فکری شعبے وجود میں آئے اور ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے عروج کو پہنچے۔ یہ دور اسلامی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتا ہے کیونکہ اسی دور میں اسلامی علوم نے ایک منظم اور مستحکم شکل اختیار کی۔ تیسرا دور، جو خلافت راشدہ کے خاتمے سے شروع ہو کر سلجوقی حکومت کے برسر اقتدار آنے تک جاری رہا، اسلامی تاریخ کا ایک اہم اور تبدیلیوں سے بھرپور دور تھا۔ خلافت راشدہ 661 عیسوی میں ختم ہوئی اور سلجوقی حکومت 447 ہجری میں قائم ہوئی۔ اس تقریباً چار سو سال کے طویل عرصے میں اسلامی فکر نے مختلف مراحل طے کیے اور مختلف علمی شعبوں میں نمایاں ترقی حاصل کی۔ تیسرے دور میں فقہ اور اصول فقہ یا قانون سازی اور اصول قانون سازی میں بے پناہ ترقی ہوئی، جو دورِ وحی و رسالت اور دورِ جمع وانطباق سے بھی آگے بڑھ گئی اور قرون وسطیٰ میں انسانیت کے لئے مثالی بن گئی۔ اس دور میں اسلامی تصوف بھی ترقی کے مختلف مراحل سے گزرتا ہوا اسلامی فکر و عمل کا اہم جزو بن گیا۔ بنو امیہ کے اقتدار میں آنے کے بعد، جب مسلمانوں کی اکثریت ملوکیت اور دولت کی گرفت میں آئی، تو علماء نے امت کے اسلامی تشخص کو بچانے کے لئے مذہب کے ظاہری اور رسمی عناصر پر زور دینا شروع کیا۔ تاہم، کچھ افراد اس ظاہری اسلام سے مطمئن نہ ہو سکے اور مذہب کے روحانی اور باطنی پہلوؤں پر زور دینے لگے۔ دوسری صدی کے اختتام تک، تصوف اسلام کا ایک مقبول اور طاقتور عنصر بن گیا۔ چوتھی اور پانچویں صدی تک، تصوف اسلامی دنیا کے مذہبی جذبات ورجحانات کا نمایاں ترین پہلو بن چکا تھا، سوائے چند دنیا پرست اور حرف پرست گروہوں کے۔

فکرِ اسلامی کا چوتھا دور "امام غزالی کی کاوشوں سے شروع ہوتا ہے، جنہوں نے اسلامی فکر و عمل کو معیاری اور مستند بنانے کی کوشش کی۔ امام غزالی نے مختلف اسلامی مکاتب فکر کو ایک معیاری ڈھانچہ فراہم کرنے کی کوشش کی، تاکہ علماء، فقہاء اور صوفیاء کو یکجا کیا جا سکے۔ انہوں نے اشاعرہ کے کلام، تصوف اور مدون فقہی قوانین کو اسلام کے مسلمہ اجزاء کے طور پر تسلیم کرایا۔"[4] امام غزالی کی اس معیار بندی کے کچھ مثبت اور کچھ منفی نتائج سامنے آئے۔ مثبت نتیجہ یہ ہوا کہ امتِ مسلمہ میں مذہبی اختلافات کسی حد تک کم ہو گئے اور ایک متفقہ مذہبی ڈھانچہ فراہم ہو گیا، جس سے مسلمانوں کو ایک مستحکم شناخت ملی۔ تاہم، اس کے منفی نتائج بھی تھے۔ فکرِ اسلامی کے مختلف شعبوں میں جو ارتقاء، نمو، تازگی اور وسعت کا عمل جاری تھا، وہ رک گیا۔ امام غزالی کی معیار بندی کے بعد، فکرِ اسلامی جمود اور تقلید کے دور میں داخل ہو گئی۔ یوں، امام غزالی کی کوششوں نے ایک طرف مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کو یکجا کرنے میں کامیابی حاصل کی، لیکن دوسری طرف مسلمان ذہنی جمود کا شکار ہو گئے، جس نے فکرِ اسلامی کی ترقی کے امکانات کو محدود کر دیا۔

---

[4] امام غزالی کے افکار اور ان کے تجزیات پر کسی ایک ماخذ کا حوالہ ناکافی ہو گا۔ مختلف آراء پر مشتمل مستند کتابیات کے لیے دیکھیے
https://ia800507.us.archive.org/5/items/EncyclopaediaOfIslamVol.4IranKha
Encyclopaedia of Islam,New ed. ,art,Ghazali.-

فکری اسلامی کا پانچواں دور سلجوقیوں کے دور حکومت میں چھٹی صدی کی ابتداء یا امام غزالی کی وفات کے بعد شروع ہوتا ہے، جسے جمود و تقلید کا دور کہا جا سکتا ہے۔ سات سے آٹھ سو سال کے اس طویل عرصے میں مسلمان علمی، عملی، ذہنی اور فکری انحطاط کا شکار ہو گئے، اور خاص طور پر مذہبی علوم وافکار میں جمود اور تقلید کے اثرات نمایاں رہے۔ تاہم، تصوف اور فلسفے نے اپنی فکری دینامیت کی بدولت نئی راہیں تلاش کر لیں۔ تصوف نے عوامی سطح پر اور فلسفے نے اشراقی فلسفے کی صورت میں ترقی کی۔ چھٹی صدی کے بعد فقہ کے اثرات مسلمانوں کی مذہبی، معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی زندگی پر گہرے اور ہمہ گیر رہے، اور آج بھی فقہ کا مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر گہرا اثر ہے۔ چوتھی اور پانچویں صدی میں جو مکاتب فقہ زیادہ مقبول ہوئے، ان میں زیدی، جعفری، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی شامل ہیں۔ یہ مکاتب اپنے ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے آج تک موجود ہیں، اور دنیا کے تمام مسلمان انہی مکاتب سے کوئی مکتب منتخب کر کے منسلک ہو جاتے ہیں۔

چھٹی صدی کی ابتدا میں تقلید محض کا دور شروع ہوا۔ اس دور میں امام ابن تیمیہ، امام شاطبیؒ اور دیگر عظیم مجتہدین سامنے آئے، لیکن مسلمان ذہنی اور فکری طور پر روایت پرستی، مسلک پرستی، اور تقلید و جمود کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ بانیانِ مذاہبِ اربعہ کے بعد کسی کو بھی مسائلِ فقہی میں مجتہد مطلق کا درجہ دینے پر تیار نہ ہو سکے۔ در حقیقت، ''مجتہد مطلق کا تصور اور تاریخ اسی دورِ انحطاط کے علماء کی تخلیق ہے۔ اگر دورِ رسالت کے تقریباً تین سو سال بعد تک مجتہدین مطلق پیدا ہو سکتے تھے تو اس کے بعد بھی پیدا ہو سکتے تھے، بشرطیکہ وہی اصول اپنائے جاتے جو ابتدائی تین صدیوں میں رائج تھے اور قبول کیے گئے''[5]۔

فکر اسلامی کا تعین قدیم وجدید آراء کی روشنی میں

فکر اسلامی سے مراد اسلام کی تعلیمی، فلسفیانہ، اور فکری روایت ہے جس کے ذریعے مسلمان اپنی مذہبی، اخلاقی، سماجی، اور سیاسی زندگی کی تشکیل کرتے ہیں۔ فکر اسلامی کا مطالعہ مختلف مکاتب فکر، مفکرین، اور تاریخی پس منظر کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔

قدیم آراء: امام غزالی (1058-1111) امام غزالی نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں فکر اسلامی کو اخلاقیات اور تصوف کی بنیاد پر سمجھایا۔ ''ان کے مطابق، اسلامی فکر کا مقصد انسان کی روحانی اور اخلاقی تربیت ہے تاکہ وہ خدا کے قریب ہو سکے۔''[6]

ابن رشد (1126-1198) ابن رشد نے اپنی کتاب ''تہافت التہافت'' میں اسلامی فلسفہ اور ارسطو کے فلسفہ کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔ ''ان کے مطابق، عقل اور وحی دونوں اسلامی فکر کے بنیادی عناصر ہیں۔''[7]

احمد رضا خان بریلوی، جنہیں اعلیٰ حضرت کے لقب سے بھی جانا جاتا ہے، ایک مشہور اسلامی عالم، مفسر، اور فقیہ تھے۔ ان کی فکر اسلامی کو برصغیر میں اہم مقام حاصل ہے۔ ان کا زمانہ برطانوی ہندوستان کا تھا، اور انہوں نے اسلامی تعلیمات کو مقامی ثقافت اور حالات کے مطابق بیان کیا۔ فکر اسلامی کے اہم پہلو میں اعلیٰ حضرت نے اسلامی عقائد کی حفاظت کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔ انہوں نے مختلف فرقوں اور مکاتب فکر کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت کی تعلیمات کا دفاع کیا۔ ان کی مشہور کتاب ''فتاویٰ رضویہ'' [8] میں اسلامی عقائد اور اصولوں کی تشریح اور دفاع ملتا ہے۔ تصوف اور روحانیت کے بھی بڑے حامی تھے۔

---

[5] ۔ صبحی محصانی۔ فلسفہ التشریع فی الاسلام، (دار العلم: بیروت، 1961)، ص 132

.Sobhi Muhisani. Philosophy of Legislation in Islam, (Dar al-Ilam: Beirut, 1961), P 132

[6] الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1988)، ص 20

Al-Ghazali, Abu Hamid Muhammad bin Muhammad, Revival of Ulum al-Din, (Beirut: Dar .al-Kitab al-Ulamiya, 1988), P 20

[7] ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد، تہافت التہافت (قاہرہ: دار المعارف، 1969)، ص 80

Ibn Rushd, Abu al-Walid Muhammad ibn Ahmad, Tahhaft al-Tahhaft (Cairo: Dar al-Maarif, 1969), P 80

[8] احمد رضا خان بریلوی. یہ اعلیٰ حضرت کی مشہور کتاب ہے جس میں اسلامی فقہ اور عقائد پر ان کے فتاویٰ شامل ہیں۔

انہوں نے اسلامی تصوف کی تعلیمات کو سادہ الفاظ میں بیان کیا تاکہ عام لوگوں کو روحانی ترقی میں مدد ملے۔ان کی شاعری، خاص طور پر نعتیہ کلام، بھی ان کی روحانی تعلیمات کی عکاسی کرتی ہے۔احمد رضا خان کی فکر اسلامی نے برصغیر میں اسلامی تعلیمات کی حفاظت اور ترویج میں اہم کردار ادا کیا ہے اور ان کی کتابیں آج بھی علمی اور دینی حلقوں میں معتبر مانی جاتی ہیں۔

جدید آراء: محمد اقبال(1877-1938)اقبال نے اسلامی فکر کو جدیدیت کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ان کے مطابق،"اجتہاد(اجتہاد کی ضرورت)اسلامی فکر کی تجدید کے لیے ضروری ہے۔" [9]

فضل الرحمن(1919-1988): فضل الرحمن نے اسلامی فکر کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی۔ان کے مطابق،"اسلامی اصولوں کو جدید مسائل کے حل کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے۔" [10]

قدیم اور جدید آراء کی روشنی میں، فکر اسلامی کی مختلف تفسیریں اور تشکیلی عناصر سامنے آتے ہیں جو مختلف ادوار اور مسائل کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔

تغیر کا امکان:

فکر اسلامی میں تغیر و تبدل کے امکانات موجود رہتے ہیں کیونکہ یہ انسانی فہم اور تفکر پر مبنی ہوتی ہے،اور مختلف زمانوں اور حالات میں اس کی تفہیم میں تبدیلی آسکتی ہے۔فکرِ اسلامی ایک شعوری اور تحقیقی عمل ہے جو وحیِ الٰہی کی رہنمائی میں زندگی کے معاملات پر بصیرت اور عبرت حاصل کرنے کے لئے اپنایا جاتا ہے۔ یہ صرف حواسِ خمسہ پر مبنی تجربی فکر نہ ہے بلکہ ایک ایسا نظامِ فکر ہے جو الہامی ہدایت اور انسانی عقل، وجدان اور تجربے کے امتزاج سے وجود میں آتا ہے۔قرآن وسنت اس فکر کی بنیاد ہیں،تاہم ان کی روشنی میں انسانی زندگی کے مختلف حالات اور احوال کی تجزیہ اور ان کی عملی صورتگری بھی شامل ہے۔اسلامی فکر کا مقصد زندگی کے ہر شعبے میں تعمیری اور اصلاحی پہلوؤں کو فروغ دینا ہے۔یہ نہ صرف فرد کی ذاتی ترقی بلکہ معاشرتی،اقتصادی اور دیگر شعبوں میں بھی مثبت تبدیلی لانے کی کوشش کرتی ہے۔اس فکر کا محور انسان کو دنیا اور آخرت میں صحیح راستے پر گامزن کرنا ہے،اور اس کے لئے الہامی کتب اور نبیوں کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔یوں، فکرِ اسلامی ایک جامع اور ہمہ جہت عمل ہے جو انسان کو دنیاوی اور اخروی کامیابی کی طرف لے جانے کے لئے مسلسل کوشش کرتا ہے۔فکر اسلام ایک جامع موضوع ہے جو دین اسلام کے اصول،اقدار، مقاصد،اور اہداف کو سمجھنے اور عملی زندگی میں ان کے اطلاق سے متعلق ہے۔

اسلامی فکر کے بنیادی عناصر قرآن، حدیث، سنت،اور فقہ پر مشتمل ہیں۔قرآن مجید اسلامی تعلیمات کا بنیادی ماخذ ہے، جبکہ حدیث رسول اللہ کے اقوال واعمال پر مبنی ہے۔سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی کا نمونہ ہے،اور فقہ اسلامی قانون کی تفصیلات فراہم کرتا ہے۔اسلامی فکر مختلف ادوار اور تاریخی مواقع کے تحت تشکیل پاتی رہی ہے۔یہ ایک مسلسل ترقی پذیر عمل ہے جو مختلف ثقافتی، سیاسی،اور سماجی حالات کے مطابق ڈھلتا رہا ہے۔اسلامی فکر کے مختلف مکاتب فکر موجود ہیں، جیسے اہل سنت،اہل تشیع، صوفیہ،اور دیگر، جن کے اپنے مخصوص نظریات اور اجتہادات ہیں۔

اسلامی فکر وہ ہے جو اسلامی متون(قرآن وسنت)اور اسلامی مصادر پر مبنی ہو، یا وہ انسانی کوشش ہو جو اسلام کے احکامات کو فہم و فراست اور ان پر عمل کرنے کی غرض سے کی جاتی ہے۔اسلامی فکر کا مقصد نہ صرف دینی اور اخلاقی اصولوں کو سمجھنا ہے بلکہ ان کو عملی زندگی میں نافذ کرنے کی رہنمائی فراہم کرنا بھی ہے۔یہ مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر متوازن اور منظم زندگی گزارنے میں مدد دیتا ہے۔اسلامی فکر کی بنیادیں مذہبی، فلسفی،اخلاقی،اور سماجی پہلوؤں پر مشتمل

Ahmed Raza Khan Brelvi, This is the famous book of the Supreme Leader, which includes .his fatwas on Islamic jurisprudence and beliefs.

[9]علامہ محمد اقبال، تشکیل جدید الہیات اسلامیہ،(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،1930)، ص600

Allama Muhammad Iqbal, Formation of Modern Islamic Theology, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons, 1930), P 600

[10]فضل الرحمن،اسلام اور جدیدیت،(شکاگو: یونیورسٹی آف شکاگو پریس،1982)، ص100

.Fazlur Rahman, Islam and Modernity, (Chicago: University of Chicago Press, 1982), P 100

ہیں۔ان بنیادوں میں توحید، نبوت، معاد، قرآن،اور سنت رسول ﷺ شامل ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ،عدل وانصاف،احسان، صداقت ،امانتداری، انسانیت کی عظمت کا احترام،اور علمی تحقیق کی اہمیت بھی اسلامی فکر کی اہم بنیادیں ہیں۔

اسلامی فکر کے بنیادی عناصر

توحید فکر اسلامی کالازمی جزو:

ہر مسلمان بخوبی آگاہ ہے کہ کفراور ایمان کے درمیان حد فاصل ''لاالہ الااللہ محمد الرسول اللہ'' ہے اسلامی شریعت اس کلمے کی تشریح کرتی ہے۔رب تعالیٰ نے کچھ اعمال وافعال کا حکم اور کچھ سے منع فرمایا ہے،قرآن مجید اور حدیث نبوی میں ان امور کی تفصیلات موجود ہیں جن سے روکا گیا ہے۔مسلمانوں کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات،صفات اور کمالات میں واحد و یکتا اور لاثانی ہے۔وہ لاشریک ہے، کسی چیز کا محتاج نہیں۔سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ * اللَّهُ الصَّمَد"[11]

علامہ جرجانی توحید کے مطابق:

توحید تین چیزوں پر مشتمل ہے:''اللہ تعالی کی ربوبیت کو ماننا،اس کی وحدانیت کو تسلیم کرنا،اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا''[12]

معروف مفکر اسلام فتحی حسن ملکاوی کے مطابق:

'' اسلام ہی ایسا دین ہے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے،اللہ کے سب نبی یہی تعلیمات لے کر آئے۔مسلمان اسلام کے احکام پر اپنے تدبر و تفکر کے لحاظ سے عمل پیرا ہوتے ہیں، یہ فہم کلام اللہ کی انسانی تفہیم پر مبنی ہوتی ہے۔اس تفہیم میں صحیح اور غلط دونوں امکانات ہو سکتے ہیں۔دین اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے، جبکہ تدین اس دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی انسانی کوشش ہے۔''[13] یہ تفریق بہت اہم ہے اور اس کے مطابق اسلام کو سمجھنے کی ہر کوشش اسلامی فکر کے زمرے میں آتی ہے۔

مغربی فکر کی کوئی ایک مقرر اور مکمل شکل نہیں ہے۔اس میں مختلف ذیلی شاخیں ہیں اور ان میں مختلف سطحوں پر تضاد اور اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن کچھ بنیادی قدریں ایسی ہیں جو مغربی فکر کی بنیاد میں مشترک ہیں۔سترہویں سے انیسویں صدی تک، مغربی فکر میں مادیت پرستی کا غلبہ رہا، جس کے نتیجے میں ایک ایسے نظریہ کائنات کو فروغ دیا گیا جس میں خدا کی بجائے انسان کو مرکزیت حاصل ہوئی۔اس انسان مرکوز تصور نے مذہب کی مابعد الطبیعاتی حیثیت کو چیلنج کیا۔اس نظریے کے مطابق، کائنات کا وجود تو خدا کی تخلیق ہے، لیکن اس میں موجود تمام سرگرمیاں اتفاقی ہیں اور خدا کا کائنات سے عملی اور ارادی تعلق ختم ہو چکا ہے۔دوسری جانب، اسلامی فکر ایک ایسے خدا کا تصور پیش کرتی ہے جو کائنات پر مکمل کنٹرول رکھتا ہے۔قرآن کہتا ہے:

" لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ "[14]

---

[11]القرآن 112: 1-2

Al-Quran 112 : 1-2

[12]علی بن محمد بن علی جرجانی، للتعریفات،(دار الکتب العلمیہ، لبنان، 1983)، ص96

Ali bin Muhammad bin Ali Jarjani, Lalit-Arifat, (Dar al-Kitab al-Ulamiyyah, Lebanon, 1983) P 96

[13]فتحی حسن ملکاوی، منھجیۃالقرآن المعرفیہ،(دار العلم، بیروت، 2001) ص28-27

Fathi Hassan Malkawi, Manhjiyyah al-Qur'an al-Marfiyyah, (Dar al-Ilam, Beirut, 2001) P 28-27

[14]القرآن42: 4

(اللہ ہی کے لیے زمین اور آسمانوں کی بادشاہی ہے۔)

خالق کائنات نے اشرف المخلوقات کو خیر وشر دونوں کی عملی قوت دے کر امتحان کے لئے بھیجا ہے۔ مذہب کا مقصد انسان کو دنیاوی اور اخروی کامیابی کے راستے دکھانا ہے۔

قرآن وحدیث میں فکر کی اہمیت

فکر کا مفہوم عربی زبان میں سوچنے، غور وخوض کرنے، اور تدبّر کرنے سے متعلق ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں فکر مختلف الفاظ اور مطالب میں مذکور ہے۔ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر تعقل و تفکر پر ابھارا گیا ہے۔ اللہ تعالی نے بار ہا یاد دہانی کرائی ہے کہ انسان اپنی عقل وخرد کو استعمال کریں اور کائنات میں موجود نشانیوں پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو قرآن کی آیات پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ وہ اس کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔ فرمان باری ہے۔

" لَهُم قُلُوب لَّا يَفقَهُونَ بِهَا" [15]

(ان کے دل ایسے ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں۔)

یہاں پر انسانوں کو ان کی عقل وخرد کے عدم استعمال پر تنبیہ کی گئی ہے۔ کلام الٰہی میں تخلیق سے لے کر قیامت تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں، جن میں فلکیات، بحریات، ارضیات، اور تخلیق انسان شامل ہیں۔ یہ موضوعات سائنسی پہلو سے نہیں بلکہ ہدایت، اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ویقین کے لئے بتائے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں جابجا غور وفکر اور تدبر کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ کتاب ہمیں کائنات کے نظام اور اس کے اندر موجود ربط وضبط پر غور کرنے کی تلقین کرتی ہے، جو ایک حکیم وعلیم خالق کی نشاندہی کرتی ہے۔ سورج بھی اپنے مدار کے گرد گھومتا ہے، یہ غالب، علم والے کا مقرر کردہ نظام ہے۔ چاند کی بھی اللہ تعالیٰ نے منزلیں مقرر کی ہیں، سورج کو یہ اختیار تک حاصل نہیں ہے کہ وہ چاند کو پکڑ لے یعنی چاند سے پہلے آجائے، سب اپنے اپنے مدار میں حکم الہیٰ کے تابع گھوم رہے ہیں۔ فکر عقل و نظر محمول ہے، جو انسان کو عطا کی گئی ہیں اور دیگر حیوانات کو نہیں۔ اس لیے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی نعمتوں میں غور وفکر کرو، لیکن ذات الٰہی میں الجھو کیونکہ اللہ کی ذات کا کوئی تصور نہیں کر سکتا، خود انسان بھی اللہ کی قدرت کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ مشرک جن باطل معبودوں کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں، ان کی بے بسی کو واضح کیا گیا ہے۔ قرآن میں مشرکین کے کمزور عقائد کو مکڑی کے جالے سے مشابہت دی گئی ہے۔ جو سب سے کمزور گھر بناتی ہے، کاش یہ بات وہ لوگ بھی جانتے جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، یہ مثالیں صرف اہلِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

فکر اسلامی کی تشکیل میں اجتہاد کی ضرورت واہمیت

اجتہاد اسلامی قانون کی توسیع اور ترقی کے لئے بنیادی وسیلہ ہے۔ اجتہاد ایک پیچیدہ اور مشکل عمل ہے جس کے لئے شریعت کا عمیق علم اور ان حالات کا بھرپور ادراک لازمی ہے جس کے متعلق شریعت کا حکم جاننا مقصود ہو۔ شریعت کی بنیاد پر نئے مسائل کا شرعی حل نکالنے کے لیے گہرا علم اور فہم درکار ہے۔ اجتہاد کے لیے نہ صرف فنی مہارت بلکہ سلیم فطرت بھی لازمی ہے۔ بغیر عمیق علم کے کوئی شخص اجتہاد نہیں کر سکتا۔ عام طور پر مسلمانوں میں یہ رائے پائی جاتی ہے کہ مختلف مسالک فرقہ واریت کو جنم دیتے ہیں، اس لیے مسالک کو چھوڑ کر صرف اسلام پر زور دینا چاہیے۔ یہ تصور اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے۔ درحقیقت مسالک کا وجود اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے اور قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ایک باشعور مسلمان کے لیے لازم ہے کہ وہ صرف جدید مسائل کا اسلامی حکم

Al-Quran 4 : 42

[15] القرآن 7: 179

Al-Quran 179 : 7

معلوم کرنے پر اکتفانہ کرے بلکہ سابقہ اجتہادات کا بھی جائزہ لیتا رہے۔اس سے معلوم ہوسکے کہ وہ اجتہادات کس حد تک قرآن وسنت سے مطابقت رکھتے ہیں۔اس طرح اجتہاد کی روایت کو برقرار رکھنا اور اس کا جائزہ لینا اسلام کے مطابق ہے۔ایسا نہ کرنے کی صورت میں مسلمان کا تعلق اسلام کے بنیادی ماخذ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ، سے کمزور پڑ جاتا ہے۔''اجتہاد کی اہمیت اور قدر کا اندازہ کتاب وسنت سے دلائل اخذ کرنے کے ذریعے لگایا جاسکتا ہے۔اگر دلائل مضبوط ہوں گے تو اجتہاد بھی مضبوط ہوگا، اور اگر دلائل کمزور ہوں گے تو اجتہاد بھی کمزور ہوگا۔اسی وجہ سے عقلمند وہ ہے جو کسی بھی اجتہاد کو بغیر سوال کے قبول نہ کریں، بلکہ وہ اپنی دلیل قرآن وحدیث سے اخذ کرے۔''[16] ہمیں مختلف مسالک کی بنیادی روح کو دیکھنا چاہیے۔نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

"عَلَيكُم بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الخُلفاءِ الرَّاشِدِينَ المَهْدِيِّين "[17]

(تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔)

خلفائے رسول اور چاروں ائمہ نے سنتوں کو جمع کیا اور ترتیب دی، جس سے امت نے فائدہ اٹھایا، اور یہی مسلک کہلایا۔وحی اسلام کا بنیادی ماخذ ہے۔فقہاء اسلام نے اجتہاد کے جواز کے لیے قرآن سے استدلال کیا ہے۔اجتہاد کے ثبوت کے لیے قرآن کی یہ آیت اجتھاد کی اہمیت کو واضح کرتی ہے:

"وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ"[18]

(اگر کسی معاملے میں تم آپس میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول (ﷺ) کی طرف لوٹا دو۔)

اس آیت میں اختلافات کی صورت میں معاملات کو اللہ اور رسول عربی کی طرف لوٹائیں، یعنی قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔یہ استنباط احکام کے بنیادی ماخذ ہیں۔اس کے تحت، اسلام میں ایمان والوں کو واضح قرآنی حکم نہ ہونے کی صورت میں، علماء کو قرآن وسنت کی بنیادی اصولیات کے روشنی میں، قیاس اور اجتہاد کے ذریعہ مسئلے کا حل تلاش کرنے کی ہدایت دی جاتی ہے۔اسلام میں بہت سی نامور شخصیات نے دین کی تعلیمات کو جمع کیا اور مرتب کیا، جسے مسلک کہا گیا۔مسالک امت کے لیے بھلائی کا ذریعہ تھا مگر عصر حاضر میں انتشار کا باعث بن چکا ہے۔مسلک کا بنیادی مقصد امت کو انتشار وافتراق سے بچانا تھا۔تاہم، مسلک پرستی درحقیقت بگاڑ کا باعث بن رہی ہے۔دین اسلام کی خدمت یہ ہے کہ مسالک کی بنیاد پر نفرتیں نہ پھیلائی جائیں بلکہ امت کی وحدت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔

تصوف اور فکر اسلامی

اسلامی تصوف کے اصل اور بنیاد کے مسئلے کو اسلامی فکر میں ایک پیچیدہ موضوع سمجھا جاتا ہے۔انیسویں صدی سے عصر حاضر تک مغربی محققین، خاص طور پر مستشرقین، تصوف کے حقیقی منبع کی تلاش میں ہیں۔ابتدائی مستشرقین نے اسلامی تصوف کو کسی ایک خاص منبع سے منسوب کیا، جبکہ بعد کے مستشرقین نے مختلف ذرائع کی نشاندہی کی۔ان کا عمومی خیال یہ ہے کہ تصوف اسلام میں خارجی ہے اور اسلام سے اس کا تعلق نہیں۔بعض افراد کے مطابق یہ ایرانی وفارسی اثرات سے اخذ کیا گیا ہے۔کچھ ہندوستانی مذاہب سے متاثر قرار دیتے ہیں، جبکہ بعض عیسائیت ویہودیت یا افلاطونی فلسفہ سے جوڑتے ہیں۔تصوف کی اصل بنیاد قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کی زندگی ہے۔عام طور پر ''فکر'' کو ''ذکر'' کے مدمقابل سمجھا جاتا ہے۔''فکر'' تصور یا مراقبہ کے نام سے بھی منسوب ہے۔

---

[16] امین احسن اصلاحی،، اسلامی قانون کی تدوین، (مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، 1963)، ص 61
Amin Ahsan Salahi, Editing of Islamic Law, (Central Anjuman Khudam al-Qur'an, Lahore, 1963) P 61

[17] ابو عبداللہ الحاکم النیسابوري، المستدرک علی الصحیحین، (دار الکتب العلمیة، بیروت، ١٤١١) ، رقم329، ج 1 ، ص 174
Abu Abdullah al-Hakim al-Nisaburi, al-Mustadrik ali al-Sahiheen, (Dar al-Kutub Al-Elamiya, Beirut, 1411), number 329 , Vol. 1 , P 174

[18] القرآن 4: 59
Al-Quran 4 : 59

جب کوئی صوفی فکر میں مستغرق ہوتا ہے، تو وہ اپنے خیالات، تجربات، اور مشاہدات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر غور وفکر کرتا ہے اس حالت میں صوفی افکار کے اتار چڑھاؤ میں مستغرق ہوتا ہے، جسے فکر کہا جاتا ہے۔ آج کل، کچھ نام نہاد پیروں نے تصوف کے نام پر اپنی تجارت چمکار کھی ہے اور ان میں تصوف کی اصل روح نظر نہیں آتی۔ ان کے طرزِ عمل سے یہ ابہام پیدا ہوتا ہے کہ تصوف کا دین سے کوئی تعلق نہیں، جبکہ حقیقت میں تصوف دین کی بنیاد ہے۔ دین کے تین اہم پہلو ہیں: ایمان، اسلام، اور احسان۔ یہ بات حدیثِ جبرئیل سے واضح ہوتی ہے، جو متفق علیہ ہے۔ اس حدیث میں جبرئیل علیہ السلام نے نبی آخر الزماں ﷺ سے ایمان کی بابت پوچھا تو آپ نے اللہ، اس کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں اور قیامت پر ایمان لانے کو بیان کیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے اسلام کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے ارکان بیان کیے۔ اگر دین کی بات صرف عقیدے اور عمل تک محدود ہوتی تو جبرئیل علیہ السلام یہاں رک جاتے، لیکن انہوں نے احسان کے بارے میں بھی پوچھا۔ جبرئیل علیہ السلام کے ان تین سوالات سے پتہ چلتا ہے کہ دین صرف عقیدہ اور عمل پر مشتمل نہیں، بلکہ احسان بھی ضروری ہے۔ عقیدہ اور عمل کی درستگی کے بعد دین کی تکمیل احسان سے ہوتی ہے۔ احسان کے متعلق رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

"قَالَ: مَا الإِحْسَانُ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ،۔"[19]

(کہ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔)

حضور ﷺ نے احسان کی جو وضاحت فرمائی، وہ دراصل قلبی کیفیت کی وضاحت ہے، اور یہی تصوف ہے۔ اللہ کو ماننا ایمان ہے، اور اس کی عبادت کرنا عمل ہے۔ اب عبادت ایسی حالت میں کرنا کہ اللہ کا جلوہ سامنے ہو، یا کم از کم یہ یقین ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے، یہ قلبی کیفیت ہے جسے خاتم النبیین ﷺ نے احسان کہا۔ دین کی مختلف شاخیں بننے پر، دینی علم کے مختلف شعبے وجود میں آئے۔ دین کے ایمانی پہلو کو علم العقائد، عملی پہلو کو علم الاحکام اور باطنی و قلبی پہلو کو علم الاخلاص کہا گیا۔

Nicholson اسلامی تصوف کی بابت لکھتے ہیں:

"A part from the fact that Sufism like every other religions movement in Islam, has its roots in the Quran and Sunnah and cannot be understand unless we study it from the source upwards[20]"

(تصوف اسلامی تحریکات کی طرح قرآن وسنت سے جڑا ہوا ہے۔ تصوف کی بنیادوں کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے تصوفی مفہومات تک رسائی ضروری ہے۔) قلبی، روحانی اور باطنی کیفیات عقائد یا احکام کی کتابوں میں نہیں ملتیں۔ صوفیائے کرام کی تعلیمات میں عشق ومحبتِ خداوندی کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ ان کے نزدیک محبت وہ طاقت ہے جو فرمانبرداری کرنے پر مجبور کرتی ہے اور نافرمانی سے روکتی ہے۔ محبت، محبوب کی رضا کے لئے ہر مصیبت اور تکلیف کو خوشی سے برداشت کرنے کی طاقت وہمت پیدا کرتی ہے۔ صوفیائے کرام کے نزدیک زہد، تقویٰ، عبادت، ریاضت اور مجاہدہ صرف خدا کی رضا حاصل کرنے پر مقصود ہوتا ہے، جنت کی لالچ، یاد کھاوے پر منحصر نہیں ہوتا۔

---

[19] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، (دار طوق النجاۃ، دمشق، 1422)، ج 1 ص 50
Muhammad Bin Ismaeel , Sahih Bukhari , Vol. 1 , P 50

[20] Nicolson. The idea of personality in Sufism. Lahore 1964. P-4

علامہ شبلیؒ تصوف کی بابت رقمطراز ہیں:

''الصوفی لا یریٰ فی الدارین مع اللہ غیر اللہ''[21]

(صوفی کسی چیز کو نہیں دیکھتا دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کے سوا۔)

تصوف دین کی شاخوں میں سے ایک ہے۔ایمان،اسلام اور احسان دین کے اجزاء میں شامل ہے۔اور ان میں سے کسی ایک کے بغیر دین نامکمل رہتا ہے۔صوفیاء کے نزدیک ارکانِ اربعہ یعنی نماز،روزہ،زکوٰۃ،اور حج کا بنیادی مقصد دل کی پاکیزگی اور تزکیہ ہے۔

فکر اسلامی کی تشکیل میں عصری تقاضوں کی معنویت

فکرِ اسلامی کے تشکیلی عناصر کی عصری تقاضوں کی روشنی میں وضاحت کرنے کے لیے ہمیں چند اہم پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا

قرآن وسنت کی تعبیر: عصر حاضر میں قرآن وسنت کی تعبیر کو جدید علمی اور سائنسی تقاضوں کے مطابق سمجھنے کی ضرورت ہے۔اس میں اجتہاد کا کردار بہت اہم ہے تاکہ روایتی تعبیرات کو موجودہ دور کے مسائل کے حل کے لیے دوبارہ دیکھا جاسکے۔

اجتہاد کی ضرورت: جدید مسائل، جیسے کہ بائیو ٹیکنالوجی،ڈیجیٹل اکانومی،اور سوشل میڈیا کے چیلنجز، کے حل کے لیے اجتہاد ضروری ہے۔علماء کو ان مسائل پر اجتہاد کرنا چاہیے تاکہ اسلامی اصولوں کو نئے حالات میں نافذ کیا جاسکے

علم اور تعلیم: جدید دور میں اسلامی فکر کو مضبوط بنانے کے لیے جدید سائنسی اور تکنیکی علوم کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو یکجا کرنا ضروری ہے۔اس سے مسلمان طلباء کو ایک متوازن اور جامع تعلیم حاصل ہوسکے گی۔

اخلاقیات اور معاشرتی انصاف: عصر حاضر میں اسلامی فکر کی بنیاد اخلاقیات اور معاشرتی انصاف پر ہونی چاہیے۔اسلامی تعلیمات میں عدل وانصاف،مساوات، اور حقوق العباد کی اہمیت کو اجاگر کرنا ضروری ہے تاکہ معاشرتی مسائل کا حل تلاش کیا جاسکے۔

مکالمہ اور تعامل: جدید دور میں مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان مکالمہ اور تعامل کی ضرورت ہے۔اسلامی فکر کو دوسرے مذاہب اور ثقافتوں کے ساتھ مکالمے میں شامل کرنا اور ایک پرامن اور ہم آہنگ معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

معاشی نظام: عصر حاضر میں اسلامی معاشی نظام کو جدید معاشی اصولوں کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے۔اس میں سود سے پاک بینکنگ،زکوٰۃ کا نظام،اور معاشی انصاف کی بنیاد پر ایک متوازن معاشی نظام شامل ہے۔اعلیٰ حضرت نے اپنی زندگی میں نئے اور جدید مسائل کا اسلامی حل پیش کیا۔ان کی فتاویٰ میں جدید دور کے مسائل جیسے بینکاری،انشورنس،اور دیگر اقتصادی امور پر اسلامی نقطہ نظر موجود ہے۔

ماحولیاتی تحفظ: جدید دور میں ماحولیات کے تحفظ کا مسئلہ بہت اہم ہے۔اسلامی فکر میں ماحولیات کا تحفظ اور قدرتی وسائل کا صحیح استعمال بنیادی عناصر میں شامل ہیں،اور ان پر زور دیا جانا چاہیے۔

---

21 ہجویری،ابوالحسن سید علی بن عثمان، کشف المحجوب،اردو ترجمہ عبدالرحمٰن طارق،(لاہور: ادارہ اسلامیات،2005)،ص76

Hajeveri , Abu hassan Syed Ali Bin Usman , Kashaf ul Mahjoob , Urdu Tarjama Abdur Rehman Tariq ,(Lahore : Idara Islamiat , 2005) , P 76

سماجی اور سیاسی اصلاحات: اسلامی فکر کو جدید سیاسی اور سماجی اصلاحات کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔ جمہوریت، انسانی حقوق، اور آزادی جیسے موضوعات پر اسلامی تعلیمات کو نیا مفہوم دینا ضروری ہے۔ فکر اسلامی کے تشکیلی عناصر کو عصری تقاضوں کے مطابق ڈھالنے سے نہ صرف اسلامی معاشروں کو موجودہ دور کے چیلنجز سے نمٹنے میں مدد ملے گی بلکہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں ایک جدید، متوازن اور ترقی یافتہ معاشرہ بھی تشکیل پائے گا۔

فکرِ اسلامی کے تشکیلی عناصر کی عصری معنویت کے نتائج

فکرِ اسلامی کے تشکیلی عناصر کی عصری تقاضوں کی روشنی میں وضاحت کرنے کے عنوان پر تحقیق کے نتائج مرتب کرتے وقت، چند اہم نکات اور پہلوؤں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے. جدید علمی و سائنسی ترقی کے پیش نظر قرآن و سنت کی تعبیر کو نئے تناظر میں سمجھنا اور پیش کرنا ضروری ہے۔ اجتہاد کی اہمیت اس بات میں ہے کہ روایتی تفسیریں اور فتاویٰ جدید دور کے مسائل کے ساتھ ہم آہنگ ہوں۔ اجتہاد اسلامی فکر کی تجدید کے لیے ضروری ہے۔ جدید دور میں اجتہاد کے ذریعے علماء نے مختلف مسائل کا حل تلاش کیا ہے، جو قدیم فقہ میں موجود نہیں تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی فکر میں اجتہاد کا عمل جاری رہنا چاہیے۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اسلامی فکر کی مضبوطی کے لیے جدید سائنسی اور تکنیکی علوم کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا امتزاج ضروری ہے۔ مدارس اور تعلیمی ادارے جدید علوم کو اسلامی تعلیمات کے ساتھ شامل کرنے پر زور دے رہے ہیں۔ اسلامی فکر کی بنیاد اخلاقیات اور معاشرتی انصاف پر ہونا چاہیے۔ جدید دور میں اسلامی اصولوں کی بنیاد پر عدل و انصاف، مساوات، اور حقوق العباد کے مسائل پر توجہ دی جا رہی ہے۔ بین المذاہب مکالمہ کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان مکالمہ اور تعامل کی ضرورت ہے۔ اسلامی فکر کو دوسرے مذاہب اور ثقافتوں کے ساتھ مکالمے میں شامل کرنے سے پر امن اور ہم آہنگ معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ معاشی نظام کی تطبیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ جدید دور میں اسلامی معاشی نظام کو نئے معاشی اصولوں کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے۔ سود سے پاک بینکنگ، زکوٰۃ کا نظام، اور معاشی انصاف کی بنیاد پر ایک متوازن معاشی نظام کی ضرورت ہے۔ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ماحولیات کے تحفظ کا مسئلہ اسلامی فکر میں بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ماحولیات کا تحفظ اور قدرتی وسائل کا صحیح استعمال شامل ہیں، جو جدید دور میں انتہائی اہم ہیں۔ اسلامی فکر کو جدید سیاسی اور سماجی اصلاحات کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔ جمہوریت، انسانی حقوق، اور آزادی جیسے موضوعات پر اسلامی تعلیمات کو نئے زاویے سے پیش کرنا ضروری ہے۔

تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ فکرِ اسلامی کے تشکیلی عناصر کو عصری تقاضوں کے مطابق ڈھالنے سے اسلامی معاشروں کو موجودہ دور کے چیلنجز سے نمٹنے میں مدد ملے گی۔ اس سے اسلامی اصولوں کی روشنی میں ایک جدید، متوازن اور ترقی یافتہ معاشرہ تشکیل پائے گا۔ علماء اور مفکرین کو چاہیے کہ وہ اسلامی فکر کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق دوبارہ ترتیب دیں اور اجتہاد کے عمل کو جاری رکھیں تاکہ اسلام کی تعلیمات ہر دور میں رہنمائی فراہم کر سکیں۔

حاصل کلام

اسلامی فکر بنیادی طور پر انسانی کوشش سے وابستہ ہوتی ہے، جو اسلام کو اپنی بنیادی حوالہ کی حیثیت سے حاصل کرتی ہے۔ اسلام اور اس کی تعلیمات کو صرف انسانی کوشش کا نتیجہ سمجھنا غلط ہوگا، کیونکہ یہ دونوں صحیح اور غلط کے امکانات شامل کرتے ہیں۔ اسلام ایک بنیادی حصہ ہے جو مسلم علماء اور سوچنے والوں کے درمیان اتفاق رکھتا ہے یا مسلمانوں کے درمیان یقینیات سے تعلق رکھتا ہے۔ تاہم، اس کا ایک بڑا حصہ انسانی فہم اور غور و فکر میں مشتمل ہوتا ہے، جو اختلافات

کی گنجائش دیتا ہے اور ارتقاء اور تبدیلی کے امکانات فراہم کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ اور ادب کے مختصر مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا ایک بڑا حصہ انسانی کوششوں سے پیچیدہ ہے۔ اسلامی فکر کے تین اجزاء میں اختلافات موجود ہیں، اور یہ اختلافات مختلف علماء کی مختلف تشریحوں سے وقت کے ساتھ ساتھ یا مختلف سیاق و سباق میں موجود نصوص کو سمجھنے سے وجود میں آسکتے ہیں۔ حالیہ دور میں، معاشرتی، معاشی، اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے عام فقہی ہدایات اکثر ناکافی ثابت ہوتے ہیں۔ تاہم، اہل دین ہدایات کے رہنمائی میں اجتماعی اجتہاد (اسلامی قانونی اصولوں میں آزاد ریاستی دلیل) ان مسائل کا حل ممکن ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے، علمی اور تحقیقاتی مراکز اور اسلامی علمیہ قائم کرنا ضروری ہے تاکہ اجتماعی اجتہاد کو فروغ دیا جاسکے، جو متعاصر معاشرتی ضروریات اور اسلامی اصولوں دونوں کو پورا کرتے ہوئے جدید حل تیار کرتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)